وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۲۱ | شمارہ نمبر ۳ | ربیع الاول ۱۴۴۵ھ | اکتوبر ۲۰۲۳ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485
Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرأ اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی لوہاری گیٹ ملتان

شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

مہنگائی......اسباب اور علاج	کلمۃ المدیر	۳
سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۹
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک	مولانا مفتی صہیب احمد قاسمی	۱۱
دعاء ومناجات......سیرت نبوی کا ایک جزو اعظم	مولانا ریاض الرحمٰن رشادی	۲۲
حدیث، خبر، اثر اور سنت کی تعریفات	مولانا ابوالحاج مظفری	۲۶
فقہ حنفی کا تاریخی ارتقا......ایک طائرانہ نظر	مولانا محمد انوار خان قاسمی بستوی	۳۵
اکابر امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا کردار	مولوی عصمت اللہ نظامانی	۴۳
مثالی معلم اور اس کے اوصاف	مولانا غفران انجم	۴۸
حضرت مولانا سائیں عبدالصمد ہالیجوی رحمہ اللہ	جناب نوید مسعود ہاشمی	۵۵
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل......ڈاکٹر امجد علی رحمہ اللہ	مولانا عمر انور بدخشانی	۵۷
تبصرۂ کتب	محمد اَحمد حافظ	۶۰

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

كلمة المدير

مہنگائی......اسباب اور علاج

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

تمام حمد وثنا اللہ بزرگ وبرتر کے لیے ہے، درود وسلام ہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے باوفا صحابہ پر۔

وطن عزیز پاکستان اس وقت مختلف نوعیت کے مسائل کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے، کوئی بھی مسئلہ اٹھالیں؛ جب اس کی کمیت وکیفیت پر غور کیا جائے تو وہی سب سے بڑا مسئلہ نظر آتا ہے۔ سرِ دست اس وقت سب سے بڑا مسئلہ مہنگائی کا ہے جس سے پاکستان کا ہر طبقہ اور ہر فرد براہ راست متاثر ہے۔ بجلی کے بھاری بھرکم بلوں اور پیٹرول و ڈیزل کی مسلسل بڑھتی ہوئی قیمتوں نے عام آدمی کے گھریلو بجٹ کو شدید طور پر متاثر کیا ہے۔ بجلی اور پیٹرول دو ایسی چیزیں ہیں جن پر کاروبار حیات کا بڑی حد تک مدار ہے۔ اب یہ بھی پانی اور ہوا کی طرح انسانی زندگی کا لازمہ بن چکے ہیں۔ بجلی اور پیٹرول کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو ان کے اثرات لازمی طور پر دوسری اشیاء ضروریہ پر بھی پڑتے ہیں۔ آٹا، گندم، چاول، دال، مسالے اور سبزی گوشت کی قیمتیں خود بخود بڑھ جاتی ہیں۔ اس سے عام آدمی کا گھریلو بجٹ بگڑ جاتا ہے اور اسے کاروبار حیات چلانے میں شدید مشکلات پیش آنے لگتی ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ پچھلے چند ماہ میں کتنے ہی ایسے واقعات گزر چکے ہیں کہ حالات کی تنگی کی وجہ سے سربراہ خاندان نے زہر کی گولیاں کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا؛ اور اپنے پیچھے روتے بلکتے بیوہ اور بچے چھوڑ گیا۔ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ پہلے اپنے بیوی بچوں کی زندگی کا خاتمہ کیا؛ پھر اپنے آپ کو موت کی نیند سلادیا۔

اس سارے قضیے میں دینی مدارس بھی شدید طور پر متاثر ہوئے ہیں۔ اکثر وبیشتر مدارس میں پانچ سو سے ڈھائی تین ہزار تک طلبہ زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ ان کے تعلیمی اخراجات، طعام، قیام، علاج معالجے، روشنی اور پنکھے کا انتظام مدرسے کی طرف سے ہوتا ہے، اساتذہ اور عملے کی تنخواہیں اس پر مستزاد ہیں۔ ان تمام مدّات میں ہوش رُبا اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ محض بجلی کے بل اس قدر اضافے کے ساتھ آرہے ہیں کہ مدارس کے لگے بندھے ماہانہ بجٹ میں دیگر امور چلانا مشکل ہو چکا ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ دینی مدارس کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہوتا۔ مخیّر حضرات کے صدقات، خیرات اور عطیات سے سارا نظام چلتا ہے۔ موجودہ مہنگائی کی شدید ترین لہر نے جہاں دینی مدارس کے بجٹ کو بے ترتیب کیا

ہے وہیں مدارس کے محصولات میں بھی نمایاں کمی آئی ہے، اس لیے کہ عطیہ دہندگان خود معاشی گرداب کے بھنور میں ہچکولے کھا رہے ہیں۔ بہت سے بڑے کاروباری حضرات جو پہلے دل کھول کر مدارس کو عطیات دیتے تھے اب دِگرگوں حالات کی وجہ سے اور بعض اپنے کاروبار بند ہوجانے کی وجہ سے مدارس کو عطیات نہیں دے پا رہے۔

ایسا کیوں ہوا یا کیوں ہو رہا ہے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنا کچھ ایسا مشکل کام نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم نے من حیث المجموع معیشت واقتصاد کے باب میں جو روش اختیار کر رکھی ہے اس کا کوئی تعلق ہمارے دین و مذہب سے نہیں؛ اور یہی مسئلے کی اصل جڑ ہے۔

سرمایہ دارانہ سودی نظام معیشت، جس میں صرف سود ہی نہیں بلکہ سٹہ، جوا، اور دیگر حرام ذرائع آمدنی نہ صرف عوامی سطح پر جاری وساری ہیں بلکہ حکومتی سطح پر بھی یہ بھیانک سودی نظام حاوی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اس قدر معاشی مشکلات کا شکار ہونے کے باوجود زہر کو تریاق سمجھ رہے ہیں۔ جب بھی معاشی مشکلات درپیش ہوتی ہیں تو ہماری نگاہیں آئی ایم ایف کی طرف اٹھتی ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہوجائے اور ہم سود سمیت اس سے قرض اٹھاسکیں۔ آئی ایم ایف جب قرض دیتا ہے تو اس کی اپنی شرائط ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ظاہر ہے عوام کی گردنوں میں شکنجہ مزید سخت ہوجاتا ہے۔ ان سودی قرضوں کی ادائیگی کے لیے حکومتیں بجلی اور پیٹرول کی قیمتیں بڑھاتی ہیں؛ اس لیے کہ عوام نے بجلی کا استعمال کرنا ہی کرنا ہے، اس سے کوئی جائے فرار نہیں، چناں چہ اس مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر چند روز بعد ان کی قیمتیں بڑھادی جاتی ہیں، صرف بجلی کے بل میں درجن بھر مختلف ٹیکس شامل کردیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی روپے پیسے کے لین دین اور دیگر مختلف مدات میں ٹیکس بڑھائے گئے ہیں۔ کہنے کو تو یوں کہا جاتا ہے کہ عوام ٹیکس نہیں دیتے؛ کوئی ماہر معیشت ان ٹیکسوں کو شمار کرے تو ہوش اُڑ جائیں۔

اصولی طور پر دیکھا جائے تو حکومت کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک کے باشندوں کے لیے آسانی اور راحت پیدا کرے، ان کے لیے روزگار کے نئے سے نئے مواقع اور آمدن کے محفوظ وسائل پیدا کرے، مگر یہاں معاملہ الٹ ہے کہ حکومت بجائے کچھ دینے کے الٹا عوام کی جیبوں سے زبردستی پیسہ نکال رہی ہے۔ جب حکومت یہ سب کر رہی ہے تو موقع پرست تاجر اور صنعت کار کیونکر پیچھے رہ سکتے ہیں، وہ بھی اشیائے صرف مہنگی کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتے۔ صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب ہمارے معاشرے میں اخلاق وکردار، وعدہ کی پختگی اور زبان کی سچائی کی کوئی اہمیت نہیں رہی، بس زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرنا خواہ کسی بھی طریقے سے ہو؛ مطمح نظر بن چکا ہے۔ چونکہ لوگ کسی اخلاقی قید سے آزاد ہوکر کاروباری سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اس لیے وہ حلال وحرام اور جائز و ناجائز کی حدود وقیود بالائے طاق رکھ دیتے ہیں؛ اِلّا ماشاء اللہ!۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں بدترین معاشی، اخلاقی

اور معاشرتی بحران نے جنم لیا ہے۔

اس ساری بحث کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ ہماری اشرافیہ اپنی مراعات سے دستبردار ہونے اور کسی قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں۔ ساری قوم نے دیکھا کہ پچھلے دور حکومت کے آخر میں ایک طرف جہاں عامۃ الناس کا گلا گھونٹنے کے لیے دَھڑا دَھڑ بل پاس کیے گئے وہیں عدلیہ، بیوروکریسی اور اراکین حکومت کے بالائی طبقے کی مراعات کے تحفظ کا اہتمام اور ان کی تنخواہوں میں بے تحاشا اضافے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ انتظامی اخراجات میں اضافہ کیا گیا، اتحادیوں کو خوش رکھنے کے لیے بھری بھرکم کابینہ بنائی گئی، اربوں روپے کی نئی گاڑیاں خرید کر وزیروں، مشیروں اور بیوروکریسی کے اعلیٰ افسران کو دی گئیں، یہ ایک ایسے ملک میں ہو رہا ہے جہاں کے عوام مہنگائی اور بے روزگاری سے تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہیں۔ معاشی ماہرین بار بار متنبہ کر رہے ہیں کہ موجودہ صورت حال کے باعث متوسط طبقہ ختم ہو رہا ہے؛ وہ غربت اور بیکسی کے زمرے میں شامل ہو رہا ہے۔

ہمارے ہاں رائج موجودہ سیاسی نظام مغرب کے ان خدا بیزار افراد کی اختراع ہے' جو آخرت میں کسی جواب دہی کا تصور نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح ہمارا معاشی نظام بھی بدقسمتی سے ایسے ہی لوگوں کا تیار کردہ ہے۔ آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں اور جو مسائل عوام کے سامنے منہ کھولے کھڑے ہیں' وہ تمام ہمارے غیر فطری سیاسی اور معاشی ضابطوں کے سبب ہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک نظام زندگی قرآن پاک بھی دیتا ہے۔

قرآن نے ایسے ذرائع آمدن اختیار کرنے سے منع کیا ہے' جو معاشرے کو اخلاقی، معاشی یا معاشرتی نقصان پہنچاتے ہوں' جو یہ ہیں:...... دوسرے کا مال اس کی رضا کے بغیر یا دھوکے سے لینا۔ رشوت' غصب' خیانت' چوری' ڈاکہ' یتیم کے مال میں بے جا تصرف' ناپ تول میں کمی بیشی' ناچ گانا' قحبہ گری اور اس کے ذریعہ آمدنی' شراب' منشیات' بت گری و بت فروشی' اور سود کے ذریعے کمائی' ناجائز اور ظالمانہ ٹیکس، ذخیرہ اندوزی کرنا وغیرہ۔

ان میں سے بہت سے آمدنی کے ذرائع ایسے ہیں' جن سے دوسروں کی معیشت متاثر ہوتی ہے' مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ خاص طور پر سودی کاروبار' ناپ تول میں ہیرا پھیری اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ۔ جب غیر اخلاقی طریقے سے روزی حاصل کرنے کی شروعات ہوتی ہے' تو آدمی دولت کے لالچ میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ہم یہاں ترتیب وار ان اسباب کا ذکر کریں گے جن کی وجہ سے مہنگائی کا جن بے قابو ہو چکا ہے:

۱...... موجودہ مہنگائی شدید لہر کا سب سے بڑا سبب **سودی نظام معیشت** ہے، سود اس وقت ہمارے قومی جسد کے اَنگ اَنگ میں سرایت کر چکا ہے، سود کی شناعت و قباحت محتاج بیان نہیں، یہ ایسا بدترین مالی معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ فرمایا ہے، چناں چہ سود کے متعلق حکم الٰہی ہے:

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ج وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ۔

''اے لوگو جوایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو! اگر تم مومن ہو! لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو''۔(سورۃ البقرہ۔۲۷۸،۲۷۹)

۲...... **ٹیکسوں کا ظالمانہ نظام** موجودہ بدترین معاشی حالات کی ایک بڑی وجہ ہے۔ ٹیکس گویا پھانسی کا پھندا بن کر عوام کے گلے میں لٹک رہا ہے، کوئی شک نہیں کہ فقہاء نے بعض مملکتی ضروریات کی وجہ سے حکومت کو ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی ہے؛ مگر اس کے لیے بھی کڑی شرائط رکھی ہیں، چناں چہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ:

آج کے دور میں حکومتی ضروریات اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ٹیکس کا نظام قائم کیا گیا؛ کیوں کہ اگر حکومت ٹیکس نہ لے تو مملکت کا سارا نظام خطرے میں پڑ جائے گا، البتہ اس میں شک نہیں کہ مروجہ ٹیکس کے نظام میں کئی خرابیاں ہیں، سب سے اہم یہ ہے کہ ٹیکس کی شرح بعض مرتبہ نامنصفانہ، بلکہ ظالمانہ ہوتی ہے اور یہ کہ وصولی کے بعد بے جا اسراف اور غیر مصرف میں ٹیکس کو خرچ کیا جاتا ہے، لیکن بہرحال ٹیکس کے بہت سے جائز مصارف بھی ہیں؛ اس لیے امورِ مملکت کو چلانے کی خاطر حکومت کے لیے بقدرِ ضرورت اور رعایا کی حیثیت کو مدِّ نظر رکھ کر ٹیکس لینے کی گنجائش نکلتی ہے۔ اگر حکومت کے جائز مصارف دیگر ذرائعِ آمدنی سے پورے نہیں ہوتے تو چند شرائط کے ساتھ حکومت کو اپنے مصارف پورا کرنے کے لیے ٹیکس لینے کی اجازت ہوگی:

(۱)۔ بقدرِ ضرورت ہی ٹیکس لگایا جائے۔(۲)۔ لوگوں کے لیے قابلِ برداشت ہو۔(۳)۔ وصولی کا طریقہ مناسب ہو۔(۴)۔ ٹیکس کی رقم کو ملک وملت کی واقعی ضرورتوں اور مصلحتوں پر صرف کیا جائے۔

فقہا نے صاف لکھا ہے کہ جس ٹیکس میں مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ نہ کیا جاتا ہو تو حکومت کے لیے ایسا ٹیکس جائز نہیں، اور ایسا ٹیکس لینے والوں کے متعلق احادیث میں وعیدات آئی ہیں، لیکن یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسلامی مملکت میں اسے کبھی بھی پسندیدہ نہیں کہا گیا، ہمیشہ ٹیکس لینے سے گریز کیا گیا، اگر کبھی ضرورت پیش آئی تو ضرورت پوری ہونے کے بعد ان ٹیکسوں کو ختم کر دیا گیا۔

چناں چہ روایات میں آتا ہے کہ یمن کے حاکم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اطلاع دی کہ اگر ان کی ہدایات کے مطابق زمین کی پیداوار کا صرف شرعی حصہ وصول کیا جائے تو آمدنی بہت کم ہو جائے گی۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ فصل کے مطابق رقم وصول ہونی چاہیے خواہ اس کا نتیجہ یہ ہو کہ سارے یمن سے صرف ایک مٹھی غلہ وصول ہو، میں اس پر راضی ہوں۔ اس کے علاوہ انہوں نے چنگی ساری مملکت سے معاف کر دی

اور عمال کو لکھا کہ وہ نجس ہے، لوگوں نے نام بدل کر اس کو جائز بنالیا ہے۔ چند شرعی محاصل کے علاوہ ہر طرح کے ناجائز محاصل اور بیسیوں ٹیکس جو سابق فرمانرواؤں اور عمال حکومت نے ایجاد کیے تھے، انہوں نے یکسر معاف کر دیے۔

اسی طرح جب تاتاریوں کی یورش کے مقابلہ میں مسلمان حکومتیں لرزہ براندام تھیں اور تاتاری یلغار ہر طرف بڑھتی جا رہی تھی تو شام کے حکمران الملک الاشرف نے اس وقت کے سب سے بڑے عالم دین شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلامؒ سے اصلاح احوال کے لیے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ارکان سلطنت اور اہلکاران حکومت رنگ رلیاں منا رہے ہیں، شراب کے دور چل رہے ہیں، گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے، نئے نئے محاصل اور ٹیکس مسلمانوں پر لگائے جا رہے ہیں، آپ کے لیے خدا کے حضور میں سب سے افضل عمل پیش کرنے کا یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ان سب گندگیوں کو دور کریں۔ یہ نئے نئے ٹیکس بند کریں، تمام ظالمانہ کارروائیاں روک دیں اور اہل معاملہ کی دادرسی کریں۔ الملک الاشرف نے اسی وقت ان سب چیزوں کی ممانعت کے احکام جاری کیے۔

ان واقعات میں اہل نظر کے لیے سبق کے بہت سے سامان ہیں، کاش کہ کوئی سبق حاصل کرنا چاہے۔

۳...... **ذخیرہ اندوزی** بھی مہنگائی کا ایک بڑا سبب ہے، جب بڑے تاجر غذائی اجناس اور اشیاءِ ضروریہ سستے داموں خرید کر ذخیرہ کر لیتے ہیں، پھر مصنوعی قلت پیدا کر کے بازار میں مہنگے داموں بیچتے ہیں، اس کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ حدیث رسول ہے کہ:...... ''کتنا برا ہے وہ شخص جو مال کو روک کر رکھتا ہے۔ ارزانی ہوتی ہے' تو اس کا دل دکھتا ہے اور مہنگائی ہوتی ہے تو خوش ہوتا ہے۔ (بیہقی)

۴...... **دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہو جانا** بھی مہنگائی اور قوت خرید میں کمی کا ایک سبب ہے۔ آج کل یہ بات بہت عام ہے کہ ملک کی دولت کا بیشتر حصہ چند صنعت کار، جاگیردار گھرانوں کے پاس جمع ہو جاتا ہے۔ اس سے عوام کی معاشی طاقت متاثر ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس سے منع فرمایا ہے:

مَـا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ط

اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے جو غنیمت دلائی تو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے۔ (سورۃ الحشر۔۷)

۵...... **حکمرانوں کی بددیانتی** بھی اُن اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے آج کل تیزی سے مہنگائی بڑھ رہی ہے۔ عوام اپنے جمہوری حق کا استعمال کرتے ہوئے بددیانت لوگوں کو تختِ حکومت تک پہنچا

تے ہیں، پھر خود اپنے ہی کیئے کی سزا بھگتتے رہتے ہیں۔قرآن کریم انسانوں کو ایسے لوگوں کی اطاعت سے روکتا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

وَلَاتُطِیْعُوْا اَمْرَ الْمُفْسِدِیْن ،اَلَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ وَلَایُصْلِحُوْنo (سورۃ الشعراء۔۱۵۱،۱۵۲)

''اور تم اطاعت نہ کروان حد سے گزر جانے والوں کی' جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔اور اصلاح نہیں کرتے۔''

ظاہر ہے جب فسادی لوگ اقتدار میں ہوں گے تو معاشی لوٹ مار تو ہوگی؛ اور اس کا لازمی نتیجہ مہنگائی کی صورت میں نکلے گا۔یہی سبب ہے کہ عوام مہنگائی کی مار جھیل رہے ہیں۔قرآن پاک اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ بددیانت لوگ اقتدار پر قابض ہوں اور اگر بزور طاقت انہوں نے قبضہ کرلیا تو قرآن عوام کو ان کی اطاعت سے روکتا ہے۔حکمرانوں کو خاص حکم ہے کہ وہ کسی قسم کی مالی بدعنوانی نہ کریں اور جس کی امانت ہے' اس کے حوالے کردیں۔ فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا—وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط

''بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔'' (سورۃ النساء۔۵۸)

ملک کی دولت عوام کی دولت ہے۔کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ یہ دولت اپنی عیش وعشرت پر خرچ کرے یا بیرون ملک بینکوں میں لے جا کر جمع کرے۔وہ اگر ایسا کرتا ہے' تو اُسے وہی سزا ملنی چاہیے' جو ایک چور کو دی جاتی ہے۔بہر حال یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے آج عوام بے پناہ مہنگائی کا ستم برداشت کر رہے ہیں، جب تک ان اسباب کو دور نہیں کیا جاتا تب تک معاشی حالات بہتر ہونا ممکن نہیں۔یہ بات بھی اسی وقت ممکن ہے جب یہاں اسلام کا نظامِ عدل نافذ ہو، جس دن سے اس دھرتی پر قرآنی احکام کے مطابق نظام قائم ہوگیا' جس روز اسلام کا عادلانہ؛ منصفانہ، دیانت وامانت انفاق فی سبیل اللہ پرمبنی معاشی نظام رائج کر دیا گیا اس دن مہنگائی ختم ہو جائے گی۔ اس وقت بگڑے حالات کے سدھار کے لیے جتنے بھی طریقے اختیار کیے جارہے ہیں وہ عدل پر مبنی ہونے کی بجائے کسی انتقامی جذبے کی چغلی کھاتے ہیں۔

جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر یقین رکھتا ہے اسے جان لینا چاہیے کہ قرآن وسنت سے ہٹ کر جو بھی راہ اختیار کی جائے گی وہ تباہی کے گڑھے میں لا ڈالے گی۔اربابِ اختیار ہوں یا عامۃ الناس......سب کے لیے یکساں قاعدہ ہے، اس سے جائے فرار نہیں۔وماعلینا البلاغ!۔

☆......☆......☆

گوشۂ سیرت

سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

جب سے نسلِ انسانی کا آغاز ہوا ہے انسان اپنی مادی زندگی کی ضروریات کے لیے رہنمائی کا محتاج ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فطری الہام اور حواس خمسہ کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اسی طرح اُخروی زندگی کے لیے بھی رہنمائی کی ضرورت تھی، اس کے لیے سلسلہ نبوت ورسالت شروع ہوا، نبی آنے شروع ہوئے جو ہر پیدا ہونے والے سوال کا جواب دیتے رہے اور ہر نئی گتھی کو سلجھاتے رہے۔

عالمِ کائنات میں سب سے بڑا منصب درجۂ نبوت ورسالت ہے نبی کی اطاعت ومتابعت سعادت وفلاح ابدی کی کفیل ہے اور اس سے تمرد وانکار خسرانِ ابدی کا موجب ہے۔ انسانوں کے لیے یہ کامل رہنما ہر قوم میں آئے، ہر ملک میں آئے ان کی تعداد ہزاروں سے بھی زیادہ ہے۔

وہ خدا جس نے نبوت کا سلسلہ قائم فرما کر اخروی زندگی میں سعادت اور کامیابی کا راستہ انسان کو بتایا اس کی رحمت نے ضروری سمجھا کہ اس تعلیم کو مکمل کر دے اور اس مقدس سلسلہ کے آخر میں ''ختم نبوت'' کا تاج ایسی ہستی کے سر پر رکھا جائے جو کائنات کے خالق کو سب سے زیادہ محبوب ہو، جسے خصوصی انعامات، عظیم احسانات اور غیر متناہی کمالات سے سرفراز کیا گیا ہو، جس کی تعلیمات اور پاکیزہ سیرت آخری امت کے ہر ہر فرد کے لیے ایک مکمل ترین اور آخری نمونہ ہو اور اس نیّر تاباں کے طلوع ہونے کے بعد چراغوں، ستاروں اور چاند کی روشنی کی ضرورت نہ رہے، یہ ہستی ہے کائنات کے ہادیٔ اعظم ،فخر آدم واولادِ آدم، نبی مکرم، رسول محتشم، سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، صاحبِ مقام محمود، صاحب لواء الحمد، امام القبلتین، رسول الثقلین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وروحی وجسدی) جن کی ثناء خود پروردگار نے فرمائی اور توحیدِ خداوندی کے بعد قرآن کریم کے صفحات جن کی عظمت وبزرگی کے ذکر سے جگمگا رہے ہیں، جن کے مبارک ذکر کو خالق کائنات نے خود بلند کیا اور جن کے اُسوہ کو اس کے رب نے حسن قرار دیا۔ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک اور آپ کے وہ شب وروز ہیں جو اسلامی تعلیمات کا صحیح ترین اور مکمل ترین مظہر ہیں۔

یہ اسوۂ حسنہ اور قرآنِ ناطق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ہر وقت تھا، ان کی زندگیوں میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کا ہی عکس تھا؛ جس نے انہیں ذرّے سے آفتاب و ماہتاب بنا دیا؛ اور آج وہ کروڑوں انسانوں کے لیے مشعلِ راہ اور مرکز ہدایت بن گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا، سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات میں سب سے اعلیٰ اور کامل اخلاق سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار سے دنیا کو انسانیت کا درس دیا، ظلم وعداوت، بے حیائی، بدکرداری کی تاریک فضاؤں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف، رافت ورحمت، عفت وعصمت، پاکیزگی وپاک بازی، اور اخلاق ومروت کی ایسی شاندار تعلیمات پیش کیں کہ دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ جہالت کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور کفر وشرک کی مہیب گھٹائیں ھباءً منثوراً ہو گئیں۔ سارا عالم آپ کے صاف ستھرے کردار سے منور ہو گیا۔

آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہماری کوتاہ بین نظروں کے سامنے نہیں ہے لیکن آپ کا چھوڑا ہوا اسوہ اور نمونہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے وہ تمام نقوش جو ہماری ہدایت کا سرچشمہ ہیں

نقش تیرا عیاں عیاں، نام تیرا رَواں رَواں
مدح تیری سخن سخن، وصف تیرا بیاں بیاں

ختم المرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اصل راز یہ ہے کہ نبوت محمدی پورے عالم کے لیے تاقیامت ہے اور اِنس وجن سب کے لیے ہے، کسی اور نبی کی ضرورت ہی نہیں ہے، یہ آپ ﷺ کی رحمت عامہ ہی کا مظہر ہے کہ آپ نے دنیا میں عقیدہ توحید خالص، وحدت انسانی کا تصور، احترامِ انسانیت کا جذبہ، ناامیدی اور قنوطیت کے بجائے رجائیت اور عالی حوصلگی، دین ودنیا کی وحدت کا تصور اور اصلی مقصود ومطلوب کی طرف کامل التفات کا جذبہ بیدار کر دیا، یہ انقلاب آپ کا عظیم معجزہ اور آپ کی ''رحمتہ للعالمینی'' کا کرشمہ ہے۔

سیرت کی کتابوں میں ثبت میں ایک بھٹکے ہوئے مسافر کو اس مرکزِ نور اور مشعلِ ہدایت سے زندگی کے ہر موڑ پر، ہر شعبے میں اور ہر ہر مرحلے میں روشنی اور رہنمائی حاصل ہوتی رہے گی، یہ چشمۂ فیض ہر تشنۂ کام کی روح کو سیراب کرتا رہے گا۔ اس رسولِ برحق اور خدا تعالیٰ کے حبیب مکرم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابِ زندگی کے اوراقِ مقدس کو ہر دور میں زبان وقلم کے ذریعے اس تسلسل کے ساتھ پہنچایا جا تا رہا ہے کہ آج تک اس چشمۂ فیض کی روانی میں فرق نہیں آیا۔

یارب صل وسلم دائماً ابدا　　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

گوشۂ سیرت

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

مولانا مفتی صہیب احمد قاسمی

رسولِ کائنات، فخرِ موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض وسما رب العلیٰ نے نسلِ انسانی کے لیے نمونہ کاملہ اور اسوہ حسنہ بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو فطری طریقہ قرار دیا ہے۔ محسن انسانیت صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے معمولات زندگی ہی قیامت تک کے لیے شعار ومعیار ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر گوشہ تابناک اور ہر پہلو روشن ہے یومِ ولادت سے لے کر روزِ رحلت تک کے ہر ہر لمحہ کو قدرت نے لوگوں سے محفوظ کرادیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالوں نے محفوظ رکھا ہے اور سند کے ساتھ تحقیقی طور پر ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت واکملیت ہر قسم کے شک وشبہ سے محفوظ ہے دنیائے انسانیت کسی بھی عظیم المرتب ہستی کے حالات زندگی، معمولات زندگی، انداز واطوار، مزاج ورجحان، حرکات وسکنات، نشست وبرخاست اور عادات وخیالات اتنے کامل ومدلل طریقہ پر نہیں ہیں جس طرح کہ ایک ایک جزئیہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری شکل میں دنیا کے سامنے ہے یہاں تک کہ آپ سے متعلق افراد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اشیاء کی تفاصیل بھی سند کے ساتھ سیرت وتاریخ میں ہر خاص وعام کو مل جائیں گی۔

اس لیے کہ اس دنیائے فانی میں ایک پسندیدہ کامل زندگی گذارنے کے لیے اللہ رب العزت نے اسلام کو نظامِ حیات اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ حیات بنایا ہے وہی طریقہ اسلامی طریقہ ہوگا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً، فعلاً منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت کہلاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے من رغب عن سنتی فلیس منی جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

عبادات وطاعات سے متعلق آپ کی سیرت طیبہ اور عادات شریفہ پر برابر لکھا اور بیان کیا جاتا رہتا ہے۔ دنیا میں ہر لمحہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا آپ کی سیرت سنائی اور بتائی جاتی رہے گی پھر بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان پُرانا نہیں ہوگا یہی معجزہ ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہی تفسیر ہے ''ورفعنالک ذکرک'' کی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی دنیا وآخرت میں کامیابی وسرفرازی کا عنوان اتباع سنت ہے یہی اتباع ہر دور ہر زمانہ میں سربلندی اور خوش نصیبی کی کنجی ہے۔ اگر کسی کو عہدِ رسالت نہ مل سکا تو پھر ان کے لیے عہدِ صحابہ معیارِ

عمل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاکیزہ جماعت سیرۃ النبی کا عملی پیکر ہے ہر طرح سے پرکھنے جانچنے کے بعد ان کو نسلِ انسانی کے ہر طبقہ کے واسطے ایمان و عمل کا معیار بنایا گیا ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی ہے اور اللہ رب العالمین نے ان کے عمل و کردار، اخلاق و اطوار، ایمان و اسلام اور توحید و عقیدہ، صلاح و تقویٰ کو بار بار پرکھا پھر اپنی رضا و پسندیدگی سے ان کو سرفراز فرمایا، کہیں فرمایا ''**اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ**'' کہ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کے تقویٰ کو اللہ نے جانچا ہے، کہیں فرمایا ''**آمنوا کما آمن الناس**'' کہ اے لوگو ایسے ایمان لاؤ جیسا کہ محمد کے صحابہ ایمان لائے ہیں تو کہیں فرمایا اولئک ہم الراشدون یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ سب اس لیے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل تھے ان کی عبادات میں ہی نہیں بلکہ چال ڈھال میں بھی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جھلکتا تھا یہی سبب ہے کہ خود رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**'' (ترمذی) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن سے بھی اقتداء و محبت کا تعلق جمالو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

چونکہ صحرا، جنگل میں سفر کرنے کے لیے سمت معلوم کرنے کے لیے ستاروں کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ستاروں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ نفوس قدسیہ شرک و کفر کے صحراء میں مینارۂ ایمان ہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خاص گوشوں کو موضوع بنایا گیا ہے جو آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ ہیں مختصر طور پر ہر اس پہلو کو ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کو عادتاً کم بیان کیا جاتا ہے۔

ولادت شریف اور حلیہ مبارکہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۹/ یا ۱۲/ ربیع الاوّل عام الفیل کو آپ نے شکمِ مادر سے تولد فرمایا۔ شمائلِ ترمذی حلیہ مبارکہ بیان کرنے کا سب سے مستند و جامع ذریعہ ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد، سرخی مائل، سفید گورا رنگ، سرِ اقدس پر سیاہ ہلکے گھنگھریالے ریشم کی طرح ملائم انتہائی خوبصورت بال جو کبھی شانہ مبارک تک دراز ہوتے تو کبھی گردن تک اور کبھی کانوں کی لو تک رہتے تھے۔ رخِ انور اتنا حسین کہ ماہِ کامل کے مانند چمکتا تھا، سینہ مبارک چوڑا، چکلا کشادہ، جسم اطہر نہ دبلا نہ موٹا انتہائی سڈول چکنا کہیں داغ دھبہ نہیں، دونوں شانوں کے بیچ پشت پر مہرِ نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر سرخی مائل ابھری کہ دیکھنے میں بے حد بھلی لگتی تھی، پیشانی کشادہ بلند اور چمکدار، ابروئے مبارک کمان دار غیر پیوستہ، دہن شریف کشادہ، ہونٹ

یاقوتی مسکراتے تو دندانِ مبارک موتی کے مانند چمکتے، دانتوں کے درمیان ہلکی ہلکی درازیں تھیں بولتے تو نور نکلتا تھا سینہ پر بالوں کی ہلکی لکیر ناف تک تھی باقی پیکر بالوں سے پاک تھا صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ جیسا خوبصورت نہیں دیکھا گیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اپنے نعتیہ قصیدے میں نقشہ کھینچتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرءً ا من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین مرد میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت مرد کسی عورت نے نہیں جنا آپ ہر قسم کے ظاہری و باطنی عیب سے پاک پیدا ہوئے گویا آپ اپنی حسب مرضی پیدا ہوئے ہیں، نہ کبھی آپ چیخ کر بات کرتے تھے نہ قہقہہ لگاتے تھے نہ شور کرتے تھے نہ چلا کر بولتے تھے ہر لفظ واضح بولتے جو مجمع سے مخاطب ہوتے تو تین بار جملہ کو بالکل صاف صاف دہراتے تھے اندازِ کلام باوقار، الفاظ میں حلاوت کہ بس سنتے رہنے کو دل مشتاق، لبوں پر ہمہ دم ہلکا سا تبسم جس سے لب مبارک اور رخِ انور کا حسن بڑھ جاتا تھا راہ چلتے تو رفتار ایسی ہوتی تھی گویا کسی بلند جگہ سے اتر رہے ہوں نہ دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھتے تھے نہ گردن کو آسمان کی طرف اٹھا کر چلتے تھے تواضع کی باوقار مردانہ خوددارانہ رفتار ہوتی، قدمِ مبارک کو پوری طرح رکھ کر چلتے تھے کہ نعلین شریفین کی آواز نہیں آتی تھی ہاتھ اور قدم ریشم کی طرح ملائم گداز تھے اور قدم پُر گوشت، ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے، اپنا کام خود کرنے میں تکلف نہ فرماتے تھے کہ کوئی مصافحہ کرتا تو اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ الگ نہ کرلے جس سے گفتگو فرماتے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے کوئی آپ سے بات کرتا تو پوری توجہ سے سماعت فرماتے تھے، پھر بھی ایسا رعب تھا کہ صحابہ کو گفتگو کی ہمت نہ ہوتی تھی ہر فرد یہی تصور کرتا تھا کہ مجھ کو ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔

دعوت و تبلیغ کا آغاز: تاجِ رسالت اور خلعت نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد رحمۃ للعالمین خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے سماج و معاشرہ کو ایمان و توحید کی دعوت دی جو گلے گلے تک شرک و کفر کی دلدل میں گرفتار تھا، ضلالت و جہالت کی شکار تھی انسانیت، شرافت مفقود تھی، درندگی اور حیوانیت کا راج تھا ہر طاقتور فرعون بنا ہوا تھا۔ خدائے واحد کی پرستش کی جگہ معبودانِ باطل کے سامنے پیشانیاں جھکتی تھیں، نفرت وعداوت کی زہریلی فضا انسان کو انسان سے دور کر چکی تھی، انسانیت آخری سانس لے رہی تھی معاشرہ سے شرک کا تعفن اٹھ رہا تھا۔ کفر کی نجاست سے قلوب بدبودار ہو چکے تھے اس دور کا انسان قرآن کریم کے مطابق جہنم کے کنارے کھڑا تھا، ہلاکت سے دوچار ہونے کے قریب کہ رحمت حق کو رحم آیا اور کوہِ صفا سے صدیوں بعد انسانیت کی بقا کا اعلان ہوا کہ ''یـــآ ایھـــا

الناس قولوا لا الٰہ الا اللّٰہ تفلحوا ’’اے لوگو! لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاؤ فلاح وصلاح سے ہمکنار رہوگے۔ یہ آواز نہیں تھی بلکہ ایوان باطل میں بجلی کا کڑکا تھا۔

وہ بجلی کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

یہی آوازِ حق ایک عظیم الشان انقلاب کی ابتداء تھی جس نے دنیائے انسانیت کی تاریخ بدل دی یہ اعلان توحید کی حیات نو کا پیغام تھا جس نے مردہ دل عربوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور پھر دنیا نے وہ منظر دیکھا جس کا تصور بھی نہ تھا کہ قاتل عادل بن گئے، بت پرست بن شکن بن گئے، ظلم وغضب کرنے والے حق پرست اور رحم دل بن گئے، سیکڑوں معبودانِ باطل کے سامنے جھکنے والی پیشانیاں خدائے واحد کے سامنے سرنگوں ہوگئیں، عورتوں کو جانور سے بدتر جاننے والے قطع رحمی اور کمزوروں پر ستم ڈھانے والے عورتوں کے محافظ، صلہ رحمی کے خوگر اور کمزوروں کا سہارا بن گئے، نفرت وعدوات کا آتش فشاں سرد ہوگیا محبت واخوت کی فصلِ بہاراں آ گئی، راہزن راہبر اور ظالم عدل وانصاف کے پیامبر بن گئے۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک امی لقب اعلیٰ نسب رسول کے فدا کاروں نے ایمان وتوحید کی تاریخ مرتب کرڈالی عدل ونصاف کے لازوال نقوش چھوڑے، وحدت مساوات کی لافانی داستان رقم کردی، فتوحات کی انوکھی تاریخ لکھ دی جہانبانی وحکمرانی کے مثالی اصول مرتب کیے، عفت وپاکدامنی کا ریکارڈ چھوڑ گئے، وفاداری، فداکاری کی انمٹ تحریر دیے، عظمت ورفعت کے ان بلندیوں پر پہنچے جہاں سے اونچا مقام صرف انبیاء ومرسلین کو نصیب ہوسکتا ہے ایسا انقلاب دنیا نے کب دیکھا تھا اور کہاں سنا تھا۔

صبر واستقامت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق اور اعلانِ توحید کی راہ میں اپنے ہی لوگوں کے ایسے ایسے مصائب وآلام دیکھے کہ کوئی اور ہوتا تو ہمت ہار جاتا مگر آپ صبر واستقامت کے کوہِ گراں تھے، دشمنانِ اسلام نے قدم قدم پر آپ کو ستایا، جھٹلایا، بہتان لگایا، مجنون ودیوانہ کہا، ساحر وکاہن کا لقب دیا راستوں میں کانٹے بچھائے جسم اطہر پر غلاظت ڈالی، لالچ دیا، دھمکیاں دیں، اقتصادی ناکہ بندی اور سماجی مقاطعہ کیا، آپ کے شیدائیوں پر ظلم وستم اور جبر واستبداد کے پہاڑ توڑے، نئے نئے لرزہ خیز عذاب کا جہنم کھول دیا کہ کسی طرح حق کا قافلہ رک جائے، حق کی آواز دب جائے، مگر دورِ انقلاب شروع ہوگیا تھا توحید کا نعرہ بلند ہوچکا تھا، اس کو غالب آنا تھا۔

یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ (القرآن)

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (ایمان واسلام) کو اپنی پھنکوں سے بجھادیں اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کفار اس کا ناپسند کریں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ابتلاء وآزمائش میں جتنا مجھ کو

ڈالا گیا کسی اور کو نہیں ڈالا گیا۔ اسی طرح آپ کے صحابہ پر جتنے مظالم ڈھائے گئے کسی اور امت میں نہیں ڈھائے گئے۔

ہجرتِ مبارکہ: جب مکہ کی سرزمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام پر بالکل تنگ کر دی گئی تب بحکم الٰہی آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور صحابہ کرام نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار، آل واولاد، زمین و جائداد سب کو چھوڑ چھاڑ کر حبشہ و مدینہ کا رخ کیا پہلی ہجرت صحابہ کے ایک گروہ نے حبشہ کی طرف کی تھی، پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا، ہجرت رسول کے بارے میں مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ کا یہ جامع اقتباس بہت ہی معنویت رکھتا ہے کہ ہجرت کس جذبہ کا نام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنی زبردست قربانی دی تھی۔

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہجرت سے سب سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز اور ہر مانوس و مرغوب شئے اور ہر اس چیز کو جس سے محبت کرنے، جس کو ترجیح دینے اور جس سے بہرصورت وابستہ رہنے کا جذبہ انسان کی فطرت سلیم میں داخل ہے۔ بے دریغ قربان کیا جاسکتا ہے، لیکن ان دونوں اوّل الذکر چیزوں (دعوت وعقیدہ) کو ان میں سے کسی چیز کے لیے ترک نہیں کیا جاسکتا (نبی رحمت) اور ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام آج بھی مسلمانوں کے سامنے ہے کہ ایمان وعقیدہ اور دعوت وتبلیغ کسی بھی صورت میں ترک کرنا گوارہ نہ کریں یہی دونوں تمام دنیوی و اخروی عزت وکامیابی کا سرچشمہ ہے۔

غزوات وسرایا: ہجرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام کی تحریک میں کشادہ میدان اور مخلص معاون افراد ملے جس کے باعث قبائل عرب میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا تو دوسری جانب مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کی برپا کردہ لڑائیوں کا سامنا بھی تھا مکہ میں مسلمان کمزور اور بے قوت وطاقت تھے اس لیے ان کو صبر واستقامت کی تاکید وتلقین تھی مدینہ میں مسلمانوں کو وسعت وقوت حاصل ہوئی اور اجتماعیت و مرکزیت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے لڑنے اور ان کو منھ توڑ جواب دینے کی اجازت عطا فرمائی اور غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوا جو اہم غزوات پیش آئے یہ ہیں۔

(۱)......غزوہ بدر ۲ھ میں مومنین ومشرکین مکہ کے درمیان میدانِ بدر میں سب سے پہلا غزوہ پیش آیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپہ سالاری میں تین سو تیرہ مجاہدین نے مشرکین کے ایک ہزار ہتھیار بند لشکر کو ہزیمت سے دوچار کیا اور ابوجہل، شیبہ، عتبہ سمیت ستر (۷۰) سردارانِ قریش مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اسی سے

مسلمانوں کی دھاک قبائل عرب پر نقش ہوگئی۔

(۲)......غزوہ اُحد ۳ھ شوال میں یہ غزوہ ہوا مسلمان سات سو اور کفار تین ہزار تھے۔

(۳)......غزوات ذات الرقاع ۴ھ میں پیش آیا اسی میں آپ نے صلوٰۃ الخوف ادا فرمائی۔

(۴)......غزوہ احزاب (خندق) ۵ھ میں ہوا مشرکین مکہ نے قبائل عرب کا متحد محاذ بنا کر حملہ کیا تھا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے اردگرد چھ کلومیٹر لمبی خندق کھدوائی تھی اسی لیے اس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

(۵)......غزوہ بنی المصطلق ۶ھ میں ہوا اسی میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔

(۶)......صلحِ حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا اور چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے تھے کہ مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور وہیں صلح ہوئی کہ آئندہ سال عمرہ کر سکتے ہیں (پوری تفصیل کتابوں میں دیکھی جائے)

(۷)......غزوہ خیبر ۷ھ میں پیش آیا یہ یہودیوں سے آخری غزوہ تھا اس سے قبل غزوہ؟ بنونضیر اور غزوہ؟ بنوقریظہ میں یہودیوں کو جلاوطن اور قتل کیا گیا تھا۔

(۹)......غزوہ تبوک ۹ھ میں پیش آیا ہرقل سے مقابلہ تھا دور کا سفر تھا شام جانا تھا گرمی کا زمانہ تھا اس لیے خلاف عادت آپ نے اس غزوہ کا اعلان فرمایا چندہ کی اپیل کی صحابہ نے دل کھول کر چندہ دیا اور تیس ہزار کا عظیم الشان لشکر لے کر آپ تبوک روانہ ہوئے، مگر ہرقل بھاگ گیا اور آپ مع صحابہ واپس بخیریت مدینہ تشریف لائے اس غزوہ میں بھی بہت سے اہم واقعات پیش آئے جن کی ایک ایک تفصیل سیر کی کتابوں میں درج ہے۔ان غزوات کے علاوہ بہت سے سرایا صحابہ کرام کی سرکردگی میں مختلف مواقع پر روانہ فرمائے۔

کچھ اہم واقعات: ۲ھ میں ہجرت کے بعد سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے بعد تحویل قبلہ ہوا۔۲ھ میں روزہ فرض کیا گیا،۴ھ میں شراب حرام ہوئی۔

فتح مکہ وغزوہ حنین: ۸ھ میں اسلامی تاریخ کا وہ واقعہ یعنی فتحِ مکہ پیش آیا جس سے کلی طور پر اسلام کو عرب میں غلبہ حاصل ہوگیا اور مشرکین کا سارا زور ٹوٹ گیا فتح مکہ کے بعد واپسی میں غزوہ؟ حنین پیش آیا جس میں پہلی بار مسلمان تعداد میں بارہ ہزار اور کفارِ طائف چار ہزار تھے ورنہ ہر غزوہ میں مسلمان کم اور دشمن کی تعداد دوگنا، تین گنا ہوتی تھی۔

اشیاء الرسول اوران کے اسماء: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ آپ اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے زاد المعاد میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام شمار کرائے ہیں امام اہلِ

سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''سیرۃ نبویہ'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء مبارکہ کے اسماء بیان کیے ہیں، نیز دوسرے سیرت نگار علماء نے بھی اس ضمن میں کام کیا ہے، انھیں کتب سیرت ومضامین سیرت سے مندرجہ ذیل اشیاء کے اسماء کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱)......عمامہ شریف کا نام سحاب تھا۔

(۲)......دو پیالے لکڑی اور پتھر کے تھے ایک کا نام ریان اور دوسرے کا نام مضیّب تھا۔

(۳)......آبخورہ تھا جس کا نام صادِر تھا۔

(۴)......خیمہ تھا جس کا نام رِکی تھا۔

(۵)......آئینہ تھا جس کا نام مُدِلہ تھا۔

(۶)......قینچی تھی جس کا نام جامع تھا۔

(۷)......جوتی مبارکہ تھی جس کا نام ممشوق تھا۔

(۸)......ایک زمانہ میں آپ کے پاس دس گھوڑے تھے ''سکب'' نامی گھوڑے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد میں سوار تھے ایک گھوڑے کا نام لزاز تھا، جس کو شاہ اسکندریہ مقوقس نے ہدیۃً بھیجا تھا، باقی گھوڑوں کے نام یہ ہیں: ظرب، ورد، ضریس، ملاوح، سبحہ، بحر۔

(۹)......تین خچر تھے ایک کا نام دُلدل تھا حبشہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا آپ نبوت کے بعد اسی پر پہلے پہل سوار ہوئے آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما اس پر سوار ہوتے تھے ان کے بعد محمد بن حنفیہ کے پاس رہا، دوسرے خچر کا نام فِضّہ تھا جس کو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کیا تھا۔ تیسرے کا نام اِیلیہ تھا شاہِ ایلہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔

(۱۰)......ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔

(۱۱)......سواری کی دو اونٹنیاں تھیں ایک کا نام قصواء اور دوسری کا نام عضباء تھا، ہجرت کے وقت آپ قصواء پر سوار تھے اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اسی پر سوار ہو کے دیا تھا۔

(۱۲)......دو بکریاں خاص دودھ کے لیے تھیں ایک کا نام غوثہ اور دوسری کا نام یمن تھا۔

(۱۳)......ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا جس کا نام ''منقول'' تھا۔

(۱۴)......کل نو تلواریں تھیں۔ ذوالفقار نام کی تلوار غزوہ بدر کے مالِ غنیمت میں ملی تھی باقی تلواروں کے نام یہ تھے: قلعی، بتار، قسف، مجذم، رسوب، عضب، قضیب۔

(۱۵)......چار نیزے تھے ایک کا نام ان میں سے ''شوے'' تھا اور بیضاء نام کا ایک بڑا حربہ تھا (جو نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے)۔

(۱۶)......عرجون نام کی خمدار لاٹھی تھی، چار کمانیں تھیں ایک کا نام ''کتوم'' تھا۔

(۱۷)......ترکش کا نام ''کافور'' اور ڈھال کا نام ''زلوق'' تھا۔

(۱۸)......ایک خود تھا اس کا نام ''ذوالسبوع'' تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اشیاء مبارکہ کے اسماء سے معلوم ہوا کہ چیزوں کا نام رکھنا سنت ہے۔ یوں تو متمول افراد شوق سے اپنے کتوں کے نام رکھتے ہیں اور یہ سنت کی پیروی میں نہیں بلکہ یورپ کی تقلید میں، ورنہ دوسری اشیاء کے نام بھی رکھتے بعض گھروں میں بکرا وغیرہ پالنے کا شوق ہوتا ہے اور ان کے نام بھی رکھ دیئے جاتے ہیں عموماً یہ بھی اتباع سنت کے بجائے شوقیہ ہوتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور ان کے نام: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف زمانوں میں کل ملا کر ستائیس غلام تھے آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا تھا بلکہ غلاموں کی آزادی کی تحریک بھی آپ کے مشنِ نبوت کا ایک حصہ تھی آخری وقت میں جب کہ مرض الوفات میں تھے غشی طاری ہو جاتی تھی جب افاقہ ہوتا تو زبانِ مبارک پر صرف دو جملہ ہوتا تھا ''الصلاۃ الصلاۃ، العبید العبید''۔

آپ کے غلاموں کے نام یہ تھے: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کو آپ نے اپنا منھ بولا بیٹا بنالیا تھا اور زید بن محمد کہلاتے تھے پھر جب متبنّٰی سے متعلق آیت نازل ہوئی، تو اپنے والد حارثہ کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اسامہ بن زید، ثوبان، ابو کبشہ، انیسہ، شقران، رباح، یسار، ابورافع، ابوموبہہ، فضالہ، رافع، مدعم، کرکرہ، زید جد ہلال، عبید، طہمان، نابور قبطی، واقد، ہشام، ابوضمیر، ابوعسیب، ابوعبید، سفینہ، ابوہند، الحبشہ، ابوامامہ (رضی اللہ عنہم)

باندیاں: باندیوں کی تعداد دس تھی ان سب کو بھی آپ نے آزاد فرما دیا تھا ان کے نام درج ذیل ہیں:

سلمہ، ام رافع، رضویٰ، اُسیمہ، ام ضمیر، ماریہ، سیرین، ام ایمن میمونہ، خضرہ، خویلہ رضی اللہ عنہن۔ سیرین کو آپ نے حضرت حسان بن ثابت کو تحفہ میں دے دیا تھا (یا کسی اور صحابی کو عطا فرما دیا تھا)۔

خدام النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یوں تو فدا کارانِ رسول میں سے ہر پروانہ شمع رسالت پر قربان ہونے کو ہر دم تیار رہتا تھا اور کسی بھی ادنیٰ سی خدمت کی سعادت ملنے کو دنیا و مافیہا سے بڑی نعمت سمجھتا تھا، لیکن آپ دوسروں سے کام لینا پسند نہیں فرماتے تھے آپ کے اخلاق حسنہ میں سے تھا کہ اپنا کام خود کرتے تھے پھر بھی آپ کے ذاتی اور گھریلو کاموں کو انجام دینے کے لیے کچھ خاص خدام تھے جن کی تعداد گیارہ تھی جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (دس برس تک خادم خاص تھے) ہند بنت حارثہ، اسماء بنت حارثہ، ربیعہ بن کعب، عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، بلال بن رباح، سعد، ذومخمر (شاہ حبشہ کے بھتیجے) بکسر بن شداخ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔

شاہانِ ممالک کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم کے شاہانِ ممالک اور سربراہان حکومت کے پیس دعوتی خطوط بھیجے تھے ان کو ایمان وتوحید اختیار کر کے فلاح یاب ہونے کی دعوت دی تھی جن حضرات صحابہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ سفیرِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے شہرت پائیں ان کے نام یہ ہیں:

(۱)......عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا۔

(۲)...... دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا۔

(۳)......عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسرائے فارس کے پاس بھیجا

(۴)......حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کو شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا

(۵)......عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شاہ عمان کے پاس بھیجا

(۶)......سلیط بن عمر رضی اللہ عنہ کو یمامہ کے رئیس ہودہ بن علی کے پاس بھیجا

(۷)......شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو شاہ بلقا کے پاس بھیجا

(۸)......مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حارث حمیری شاہِ حمیر کے پاس بھیجا

(۹)......علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو شاہ بحرین منذر بن ساوی کے پاس بھیجا

(۱۰)......ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو اہل ایمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر روانہ فرمایا۔

کاتبین وحی رسالت: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، امی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی امتیاز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کی ایک واضح دلیل ہے کہ ایک امی لقب رسول نے دنیائے انسانیت کو ایسا کلام دیا جس کی فصاحت و بلاغت اور لذت وحلاوت کے سامنے فصحائے عرب سرنگوں نظر آتے ہیں اور قیامت تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا جب قرآن مجید کی آیات کریمہ آپ صی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوتی تھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف صحابہ کرام سے ان کی کتابت کرواتے تھے کاتبین وحی کے اسماء حسب ذیل ہیں، نیز انھیں میں سے خطوط وفرامین لکھنے والے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان، عامر بن فہیرہ،

عبداللہ بن ارقم، اُبی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید، حنظلہ بن ربیع، زید بن ثابت، شرجیل بن حسنہ۔رضی اللہ عنہم۔

جن کوخصوصیت حاصل تھی: حضرت زید بن حارثہ اوران کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے حددرجہ پیار فرماتے تھے، جب زید بن حارثہ کہیں سفر سے واپس آتے تو فرطِ شوق سے لپک کر گلے لگاتے تھے حضرت اسامہ بن زید کی کسی بات کو رد نہیں کرتے تھے یہ حب الرسول سے مشہور تھے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ان سے سفارش کراتے تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔فرمایا، سلمان منا اہل بیت کہ سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہیں۔حضرت بلال اور حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوذرغفاری، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم محبوبین مخصوصین میں شمار ہوتے تھے۔

ازواج مطہرات: وفات کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کل نو ازواج مطہرات تھیں، یہ بیویاں تھیں جن کے فضائل قرآن کریم میں آئے ہیں کہ تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو،یٰنسآ ءالنبی لستن کاَحدٍمن النساء (سورہ احزاب) یہ حرم نبی ہیں ان کو دنیا کی تمام عورتوں میں خصوصی امتیاز وفضیلت حاصل ہے۔

(۱)......حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا ان سے قبلِ ہجرت نکاح فرمایا

(۲)......حضرت عائشہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہا ان سے بھی ہجرت سے قبل نکاح ہوا اور رخصتی مدینہ میں ایک ہجری میں ہوئی۔

(۳)......حضرت حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا ان سے شعبان ۳ھ میں نکاح فرمایا۔

(۴)......حضرت ام سلمہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہا ان سے شعبان ۴ھ میں نکاح فرمایا۔

(۵)......حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان سے ۵ھ میں نکاح فرمایا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔

(۶)......حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ان سے ۶ھ میں نکاح فرمایا اور خلوت ۷ھ میں ہوئی۔

(۷)......حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ان سے ۶ھ میں نکاح فرمایا۔

(۸)......حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا ان سے ۷ھ میں نکاح فرمایا۔

(۹)......حضرت صفیہ بنت حی بنت اخطب رضی اللہ عنہا ان سے ۷ھ میں نکاح فرمایا یہ یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔

(۱۰)......حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ نے سب سے پہلے انھیں کی خواہش و پیغام پر

نکاح کیا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۵ سال تھی اور وہ بیوہ چالیس سال کی باعزت مالدار خاتون تھیں آپ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے انھیں کے بطن سے ہیں یہ ہجرت سے قبل وفات پا گئیں تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت قدر فرماتے تھے ہمیشہ یاد کرتے رہے۔

(۱۱)......حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا ان سے ۳ھ میں نکاح فرمایا مگر دو یا تین ماہ کے بعد یہ وفات پا گئیں۔

اولاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم بن محمد علیہ السلام کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا پہلے رقیہ سے، ان کی وفات کے بعد ام کلثوم سے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحبزادی تھیں، ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تھا۔

انھیں صاحبزادی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب چلا ہے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما انھیں کے بطن سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کو جاری رکھنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ جن کا لقب طاہر اور طیب ہے اور حضرت قاسم یہ دونوں صاحبزادے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ہجرت سے قبل مکہ میں وفات پائے حضرت قاسم؟ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ دو تین سال کے بعد وفات پائے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک جھلک ہے سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مسلمان نمونہ کامل بنانے پر قادر نہیں ہوگا آپ جہاں داعی برحق ہیں تو وہیں انسانِ کامل بھی ہیں۔آپ شوہر بھی ہیں آپ باپ بھی ہیں، آپ خسر بھی ہیں آپ داماد بھی ہیں، آپ تاجر بھی ہیں آپ قائد بھی ہیں۔ آپ سپہ سالار بھی ہیں آپ مظلوم بھی ہیں، آپ مہاجر بھی ہیں آپ نے زخم بھی کھائے آپ نے مشقت بھی جھیلی آپ نے بھوک بھی برداشت کی آپ نے بکریاں بھی چرائیں آپ نے سیادت بھی فرمائی۔آپ نے معاملات بھی کیے، آپ نے لین دین بھی فرمایا، آپ نے قرض بھی لیا، آپ نے ایک انسان کی حیثیت سے معاشرہ کا ہر وہ کام کیا جو ایک انسان فطری طور پر کرتا ہے۔اس لیے آپ کو نمونہ بنائے بغیر نہ کوئی کامیاب باپ، شوہر، خسر، داماد، تاجر و سپہ سالار بن سکتا ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی کما حقہ اپنی طاقت بھر اطاعت وعبادت کرسکتا ہے آپ کی سیرت طیبہ حیات انسانی کے ہر گوشہ کا کامل احاطہ کرتی ہے۔☆

گوشہءِ سیرت

دعاء ومناجات......سیرت نبوی کا ایک جزوِ اعظم

مولانا ریاض الرحمٰن رشادی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک پہلو ''دعا'' ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ دعا مانگنے والے تھے۔دعا آپ کی عبادات کا لازمی حصہ تھی۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ علیٰ کل احیانہٖ (رواہ ترمذی)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر سانس یادِ الٰہی میں گزرتا تھا۔

باقی یہ کہ وہ کون سے اذکار تھے؟ وہ کون سی دعائیں تھیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک تر رہتی تھی؟اس کا مفصل جواب کتب حدیث میں مذکور ہے کہ مختلف حالات وکیفیات میں مناسب حال اذکار وادعیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری رہتے۔مثلاً صبح وشام کی دعائیں،گھر میں داخل ہونے کی دعا،گھر سے نکلنے کی دعا،سونے اور اٹھنے کی دعا،وضو کی دعائیں،اذان اوراذان کے بعد کی دعائیں،نماز کی دعائیں،نماز کے بعد کی دعائیں،سفر،مرض،خوشی،غمی،جنازہ،زیارت قبور،اور دیگر مختلف مواقع کی کثیر دعائیں؛جن سے آپ کے اوقات معمور رہتے تھے۔حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''شب وروز میں کوئی ایسا لمحہ نہیں تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل خدا تعالیٰ کی یاد سے اور آپ کی زبان خدا کے ذکر سے غافل ہو۔اٹھتے بیٹھتے،چلتے پھرتے،کھاتے پیتے،سوتے جاگتے،پہنتے اوڑھتے،ہر حالت میں اور ہر وقت خدا تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد زبان مبارک پر جاری رہتی تھی۔آج حدیث کی کتابوں کا ایک کثیر حصہ ان ہی مبارک کلمات اور دعاؤں کے بیان میں ہے،جو مختلف حالات اور اور مختلف وقتوں کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض اثر سے جاری ہوئیں۔'' (خطبات مدراس)

دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا لازمی جز تھا۔احادیث کی مستند کتابوں میں ایسی دعائیں ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو غلام اور بندہ سے تعبیر کیا۔اللہ کے حضور ''عبدیت'' کا اظہار جا بجا جھلکتا ہے،کہیں آپ اپنی عبدیت کو یوں بیان فرماتے ہیں: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ** اور کہیں اللہ کے نیک بندوں میں شمولیت کے خواہاں ہیں، **وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ** ۔ غرض نبوت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز

ہونے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبدیت ہی کو پیش نظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کا یہ اظہار ''عبدیت'' اس قدر پسند آیا کہ اپنی کتاب میں اسی نام سے مختلف مقامات پر خطاب کیا اور یاد فرمایا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ، اور سورہ بنی اسرائیل میں ہے: سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات پر لفظ ''عبد'' سے ہی یاد فرمایا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت مسلمہ پر جو لاتعداد احسانات ہیں، ان میں سے ایک احسان عظیم یہ بھی ہے کہ آپ نے ہمیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ سکھایا ورنہ ہم محتاج و بے نوا، ظلوم وجہول، ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اپنے کریم رب سے کس طرح مانگا جائے اور کیا کیا مانگا جائے؟!۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے رب سے مانگنے کا طریقہ سکھایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگو، صبح سے شام تک ہم جو بے شمار اعمال انجام دیتے ہیں تقریباً ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تلقین فرمائی اور ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے لیے ایک مجرب نسخہ بتایا، اللہ تعالیٰ سے ربط وتعلق پیدا کرنے کا آسان واصل ترین راستہ یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہیں، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُو اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً، اے ایمان والو اللہ کو کثرت سے یاد کرو، یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان یکون لسانک رطباً بذکر اللّٰہ''، یعنی تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

کثرت ذکر سے رب کائنات کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ تو صمد ہیں، وہ ہمارے بلکہ تمام کائنات کے ذکر سے بے نیاز ہیں، ہمارے سجدوں اور ہماری تسبیح سے بھی بے نیاز ہیں، اس کو ہمارے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں، دنیا میں جتنے جرائم اور برائیاں ہورہی ہیں ان سب کی جڑ اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتا ہے اور اس کا استحضار ہوتا ہے کہ ہر لمحہ میں خدائے تعالیٰ کی نگاہ میں ہوں تو پھر اس سے گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، غفلت سے ہی گناہ سرزد ہوتا ہے، اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بڑی حوصلہ افزا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ ''سلوا اللّٰہ من فضلہ فان اللّٰہ یحب ان یسال''، یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اس لیے کہ اللہ چاہتے ہیں کہ اس سے اس کا فضل مانگا جائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اطلاع دے کر خوشیوں کا سامان فراہم فرمایا کہ ''من لم یسال اللّٰہ یغضب علیہ ، کہ جو شخص اللہ سے سوال نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں، جب بندہ اپنے عمل سے یہ ثابت کردے کہ وہ اپنے پروردگار کے علاوہ کسی اور در سے حاصل ہونے کی امید نہ رکھے گا اور اس در سے حاصل ہونے کا پختہ یقین کا اظہار کرے گا تو پھر وہ اللہ

تعالیٰ کے خزانوں سے لینے والا ہوجاتا ہے اور اس کی دعا ضائع نہیں جاتی، حدیث میں ہے کہ بندۂ مومن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور تین درجوں میں سے کوئی نہ کوئی درجہ اس کی دعا کو حاصل ہوجاتا ہے، یا تو بندے نے جو مانگا عطا کردیا جاتا ہے یا وہ شئے جو بندۂ مومن نے مانگی ہے اس کے لیے مناسب نہیں مصلحت کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلے اس داعی بندے پر آنے والی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں یا یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنادیا جاتا ہے کہ جب میزان میں اعمال صالحہ کے تولنے کا موقع آئے گا تو اس کی یہ دعا اور ایسی دعائیں میزان میں ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں سکھائی ہیں خواہ وہ خاص موقعوں کے لیے ہوں یا عام یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معجزے ہیں، کیوں کہ کوئی بھی انسان اپنی ذاتی عقل وسوچ کے ذریعے ایسی دعائیں مانگ نہیں سکتا جو دعائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہیں، اس میں سے ایک ایک دُعا ایسی ہے کہ اس پر بندہ مومن قربان ہوجائے اور اس کو اپنی حرزِ جان بنالے اور کیوں نہ بنالے کہ یہ الہامی دعائیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر پر القا فرمایا کہ مجھ سے یوں مانگو، اللہ تعالیٰ کی شان بھی عجیب ہے کہ دینے والے بھی وہی ہیں اور مانگنے کا طریقہ سکھانے والے بھی وہی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوگئی اور گندم کے درخت سے کھالیا، جنت کے کپڑے چھین لیے گئے، احساس ہوگیا کہ میں نے بڑی غلطی کی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن اس کی معافی کیسے مانگی جائے اس کا طریقہ معلوم نہ تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس کا طریقہ سکھایا ''**فَتَلَقّٰی آدم من ربہ کلماتٍ فتابَ علیہ**'' آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے، اس پر ان کی توبہ قبول ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے خود کلمات سکھائے ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْن''، واہ کیا شان رب العالمین کی، خود ہی معاف کرنے والے، توبہ قبول کرنے والے اور خود ہی الفاظ سکھا رہے ہیں کہ ہم سے ان الفاظ سے توبہ کرو ہم تمہاری توبہ قبول فرمائیں گیا ور تمہیں معاف کردیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں ایک خاص بات ہے، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ سب کچھ کرنے والے اللہ ہیں، اس کا شکر یہ ادا کرنا، اس سے عافیت طلب کرنا اور رحمت وفضل الٰہی کے لیے دوام مانگنا بندہ مومن کے لیے ان دعاؤں سے ہی ممکن ہے، مثال کے طور پر بیت الخلا سے نکلتے وقت آپ نے یہ دعا تلقین فرمائی ''**غفرانک الحمدللّٰہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی**'' یعنی اے اللہ میں آپ کی مغفرت اور بخشش مانگتا ہوں، مغفرت اس لیے مانگتا ہوں کہ یہ ناپاکی جو دور کردی گئی یہ نعومت ہے، میں اس نعمت کا جو تیری لاکھوں نعمتوں میں سے ایک ہے شکریہ ادا نہیں کرسکتا اس پر میں تیری بخشش چاہتا ہوں، یہ ایک طرح سے اعتراف عجز ہے اور یہی رب

العالمین کو پسند ہے، یہ غفرانک بھی ایک طرح کا شکریہ ہے، دعا میں آگے مغفرت مانگنے کے بعد یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں اور تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھ سے گندگی کو دور کردیا اور مجھے عافیت بخشی، اس مختصر دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غور کرنے والوں کے لیے معافی کا ایک سمندر سمو دیا ہے۔

انسان کے جسم میں ہر ہر عضو اپنی جگہ ایک خود کار مشین ہے، اتنی بیش قیمت کہ کسی انسان کی کوئی مشین فیل ہوجائے تو پوری کائنات کی دولت خرچ کرکے اس کو اصل حالت پر لایا نہیں جاسکتا، اسی لیے عافیت مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، مثال کے طور پر گردہ انسان کے جسم کا ایک اہم جز ہے جو خون سے نقصان دہ اجزا کو دور کرکے پیشاب ذریعہ خارج کرتا ہے اور انسان کو صحت مند رکھتا ہے، اگر یہ فیل ہوجائے تو انسان کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے جب کہ دوسرے سارے اعضاء دل، جگر، معدہ، آنتیں ٹھیک ہیں اس کے باوجود صرف گردہ کا عمل اتنا اہم ہے کہ آدمی ٹھیک سے سانس نہیں لے سکتا، پیٹ میں کچھ رکتا نہیں، بار بار قے ہوجاتی ہے، چکر آتے ہیں، ڈاکٹر کے پاس جاتے تو یہ کہتا ہے کہ تین مرتبہ ڈائی لیسیز (Dialysis) کرائیں جس پر ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں، پھر بھی اصلی حالت حاصل نہیں ہوتی، صرف گردہ کے عمل کو اس حد تک برقرار رکھ کر آدمی زندہ رہنا چاہے تو اس پر ہر مہینہ ہزاروں روپے خرچ ہوں گے، اسی حقیقت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سکھائی کہ جب پیشاب آسانی سے ہوجائے، راحت وسکون حاصل ہوجائے تو یہ دعا پڑھ کر شکریہ ادا کرو، اگر ہر مسلمان بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھ لے اور پورے دھیان کے ساتھ پڑھے کہ کیسی نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت پیدا ہوگی کہ میرا مالک بے نیاز ہے، میرے جسم میں اتنی بیش قیمت مشین لگا کر میرے لیے یہ کام کررہا ہے، میں اس کے حکم کی نافرمانی کروں، کیا میں اس کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کروں، یہ تصور گناہوں سے رکاوٹ بن جائے گا، رسول اللہ کی یہ دعائیں کوئی منتر نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک فلسفہ ہے اور معافی کی پوری کائنات ہے جو رسول اللہ کے واسطے سے ہمیں عطا فرمائی گئی ہے۔

بندۂ مومن جب دعا کو پڑھ لیتا ہے، یاد کرلیتا ہے تو ایک عجیب احساسِ حفاظت اس میں پیدا ہوجاتا ہے کہ ہم رب کائنات کی حفاظت کے حصار میں آچکے ہیں یا اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس پروردگار کے پاس درخواست یا فارم پُر کردیا ہے جس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

☆......☆......☆

حدیث، خبر، اثر اور سنت کی تعریفات

اور ان میں نسبتوں کا بیان

مولانا ابوالحاج مظفری

جامعہ فاروقیہ، شجاع آباد، ملتان

حدیث کی تعریف واطلاقات:

حدیث کی لغوی تعریف: لغت میں حدیث نئی چیز کو کہتے ہیں، جو کہ قدیم کی ضد ہے اور خلافِ قیاس اس کی جمع احادیث آتی ہے(۱)۔

حدیث کی وجہ تسمیہ: حدیث کو حدیث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ قرآنِ پاک کے مقابلے میں جدید ہے اور قرآنِ پاک قدیم ہے(۲)۔

محدثین کی اصطلاح میں حدیث:

محدثین کی اصطلاح میں جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صفت کو "حدیث" کہا جاتا ہے، چاہے یہ تمام اُمور بعثت سے پہلے کے ہوں، یا بعثت سے بعد کے ہوں، حالتِ بیداری میں صادر ہوئے ہوں، یا حالتِ نوم میں، غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر بات کو ان حضرات کے نزدیک "حدیث" کہا جاتا ہے، چنانچہ حافظ شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) رحمہ اللہ "فتح المغيث" اور اپنی بعض دیگر تصانیف میں حدیث کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"الحديث لغةً: ضدُّ القديم، واصطلاحًا: ما أُضيف إلى النبی ﷺ قولًا له، أو فعلًا، أو تقريرًا، أو صفةً، حتى الحركات والسكنات فی اليَقَظة والمَنام"(۳).

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے حدیث کے مختلف اطلاقات بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے احوال کو محدثین کے مطابق حدیث کی تعریف میں شامل فرمایا ہے اور حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ)، علامہ بدرالدین عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) اور شہاب الدین قسطلانیؒ (متوفی ۹۲۳ھ) رحمہم اللہ نے احادیثِ شمائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر حدیثِ مرفوع کا اطلاق کیا ہے(۴)۔